دیوانِ غالب کامل

(نسخۂ رضا)

تاریخی ترتیب سے

.... تا ۱۸۱۲ء

متفرّق

عمدۂ منتخبہ

(تذکرۂ سرورؔ)

۱۸۰۰-۱ء تا ۱۸۳۱-۳۲ء

عیار الشعراء

(تذکرۂ خوب چند ذکاؔ)

۱۷۹۸-۹۹ء تا ۱۸۳۲-۳۳ء

○ ۱۸۱۲ء

مثنوی

ایک دن، مثلِ پتنگِ کاغذی — لے کے، دل، سر رشتۂ آزادگی[۱]
خود بخود کچھ ہم سے کَنیانے لگا — اس قدر بگڑا کہ سر کھانے لگا
میں کہا "اے دل! ہوائے دلبراں — بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں
پیچ میں ان کے نہ آنا زینہار — یہ نہیں ہیں گے کسو کے یارِ غار
گورے پنڈے پر، نہ کر، ان کے نظر — کھینچ لیتے ہیں یہ ڈورے ڈال کر
اب تو مِل جائے گی تیری ان سے سانٹھ — لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گانٹھ
سخت مشکل ہوگا سُلجھانا تجھے — قہر ہے، دل ان سے اُلجھانا تجھے
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے — بھول مت اس پر، اُڑاتے ہیں تجھے
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں — مفت میں ناحق کٹا دیں گے کہیں
دل نے سن کر، کانپ کر، کھا پیچ و تاب — غوطے میں جا کر، دیا کٹ کر جواب

"رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست"

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کا اوّلیں منظوم کلام'، ص ۳۲

○ ۱۸۱۲ء

غزلیات

نیازِ عشق، خرمن سوزِ اسبابِ ہوس بہتر
جو، ہو جاوے نثارِ برق مُشتِ خار و خس، بہتر[۱]
یاد آیا جو وہ کہنا کہ، "نہیں، واہ غلط"،
کی، تصوّر نے بہ صحرائے ہوس راہ، غلط[۲]

✓ آئے ہیں پارہ ہائے جگر درمیانِ اشک
لایا ہے لعلِ بیش بہا، کاروانِ اشک[۳]
✓ ظاہر کرے ہے جنبشِ مژگاں سے مدّعا
طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارہ، زبانِ اشک
✓ ہیں وادیٔ طلب میں ہوا جملہ تن غرق
از بس کہ صرفِ قطرہ زنی تھا لسانِ اشک

✓ غزل کے مطلع مندرجۂ عمدۂ منتخبہ کے ساتھ اس نشان ✓ والے تمام اشعار پہلی بار متن نخ میں درج ہوئے

۱،۲،۳ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدۂ منتخبہ' میں ذکرِ غالب، ص ۴۱
۴۔ نخ: ہر چند

○ ١٨١٢ء

+رونے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایک بار
✓ مژگاں کو دوں فشار، پئے امتحانِ اشک
دل خستگاں[1] کو ہے طربِ صد چمن بہار
باغِ بخوں تپیدن، و آبِ روانِ اشک
+سیلِ بنائے ہستی شبنم ہے، آفتاب
✓ چھوڑے نہ چشم میں، تپشِ دل، نشانِ اشک
ہنگامِ[2] انتظارِ قدومِ بتاں، اسد
ہے بر سرِ مژہ نگراں، دیدبانِ اشک

آنسو کہوں کہ، آہ، سوارِ ہوا کہوں؟
✓ ایسا عناں گسیختہ آیا کہ کیا کہوں[3]
اقبالِ کلفتِ دلِ بے مدّعا رسا
اختر کو داغِ سایۂ بالِ ہما کہوں

۱۔ نخ = سے گل کرے ہے
۲۔ ؍؍ = درحال
۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ’عمدہ‘ منتخبہ میں ذکرِ غالب، ص ۱۸
+ یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
✓ غزل کے مطلع مندرجۂ عمدۂ منتخبہ کے ساتھ اس نشان ✓ والے تمام اشعار پہلی بار متن نخ میں درج ہوئے۔

○ ١٨١٢ء

مضمونِ وصل ہاتھ نہ آیا، مگر[1] اُسے
✓ اب طائرِ پریدۂ رنگِ حنا کہوں
+عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آ سکا م
گر ایک ادا ہو، تو اُسے اپنی قضا کہوں
حلقے ہیں، چشم ہائے کشادہ بسوئے دل م
ہر تارِ زلف کو، نگہِ سُرمہ سا کہوں
+ظالم! مرے گماں سے، مجھے منفعل نہ چاہ م
✓ ہے ہے! خدانہ کردہ، تجھے بے وفا کہوں
دزدیدنِ دلِ ستم آمادہ ہے محال
✓ مژگاں کہوں کہ جوہرِ تیغِ قضا کہوں
طرزِ آفرینِ نکتہ سرائیٔ طبع ہے
آئینۂ خیال کو طوطی نما کہوں
+میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش م
تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہوں

۱۔ نخ = خیال کے
۲۔ ؍؍ = مرغ فراپریدہ
✓ غزل کے مطلع مندرجۂ عمدۂ منتخبہ کے ساتھ اس نشان ✓ والے تمام اشعار پہلی بار متن نخ میں درج ہوئے۔
+ یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۱۸۱۲ء

غالبؔ! ہے رتبہ فہمِ تصوّر سے کچھ پرے
ہے عجزِ بندگی، کہ علی کو خدا کہوں

مجلسِ شعلہ عذاراں میں جو آجاتا ہوں — شمع ساں، میں تہِ دامانِ صبا جاتا ہوں[۱]
ہو وے ہے، جادۂ رہ، رشتۂ گوہر ہر گام — جس گزرگاہ سے، میں آبلہ پا جاتا ہوں
سرگراں مجھ سے سبک رو کے، نہ رہنے سے رہو — کہ بہ یک جنبشِ لب، مثلِ صدا، جاتا ہوں

دیکھتا ہوں اُسے، تھی جس کی تمنّا مجھ کو
آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو[ب]

شمشیرِ صافِ یار، جو زہراب دادہ ہو
وہ خطِ سبز ہے کہ بہ رُخسارِ سادہ ہو[ج]

ہنستے ہیں، دیکھ دیکھ کے، سب، ناتواں مجھے
یہ رنگِ زرد، ہے چمنِ زعفراں مجھے[۲]

۱۔ رخ ۔ جو
۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدۂ منتخبہ میں ذکرِ غالبؔ'، ص ۴۴
ب، ج ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدۂ منتخبہ میں ذکرِ غالبؔ'، ص ۴۲
یہ شعر پہلی بار متن رخ میں درج ہوا

○ ۱۸۱۲ء

دیکھ وہ برقِ تبسّم، بس کہ، دل بیتاب ہے
دیدۂ گریاں مرا، فوّارۂ سیماب ہے[۱]

کھول کر دروازۂ میخانہ، بولا مے فروش
اب شکستِ توبہ میخواروں کو فتح الباب ہے

اک گرم آہ کی، تو ہزاروں کے گھر جلے
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر، ہم جگر جلے[۲]

پروانے کا نہ غم ہو، تو پھر کس لیے، اسدؔ
ہر رات، شمع، شام سے لے تا سحر جلے؟

زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے
ایسے ہنستے کو رُلایا ہے کہ جی جانے ہے[۳]

۱، ۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدۂ منتخبہ میں ذکرِ غالبؔ'، ص ۴۱
۳۔ .... ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۂ عیار الشعراء ۔ خوب چند ذکاؔ کے سوا کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان یا بیاض میں نہیں پایا جاتا

۱۸۱۳ء
تا
۱۸۱۶ء

نسخۂ بھوپال

(بخطِ غالب)

۱۸۱۶ء

○ ۱۸۱۲ء

صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے بلبل کی
کہ روئے غنچۂ گل سوئے آشیاں پھر جائے [1]

بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادبار آتا ہے
تو یوسف ساحسیں بکنے سرِ بازار آتا ہے [2]

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسداللہ خاں قیامت ہے [3]

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدۂ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۂ عیار الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سوائے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان یا بیاض میں نہیں پایا جاتا

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانۂ فکر' ص ۶۵

۳۔ خود غالب نے اس شعر کا زمانہ "ابتدائے فکرِ سخن" لکھا ہے۔ دیکھیے مکتوب بنام عبدالرزاق شاکر۔ عودِ ہندی ص ۱۵۹۔ میرا دیا ہوا عہد محض قیاس ہے

○ ۱۸۱۲ء

صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے بُلبُل کی
کہ روے غنچۂ گُل سوے آشیاں پھر جائے[۱]

بُتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادبار آتا ہے
تو یوسف سا حسیں بکنے سرِ بازار آتا ہے[۲]

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسداللہ خاں قیامت ہے[۳]

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدۂ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۂ عیار الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سوائے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان یا بیاض میں نہیں پایا جاتا

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانۂ فکر' ص ۶۵

۳۔ خود غالب نے اس شعر کا زمانہ "ابتدائے فکرِ سخن" لکھا ہے۔ دیکھیے مکتوب بنام عبدالرزاق شاکر۔ عودِ ہندی ص ۱۵۹۔ میرا دیا ہوا عہد محض قیاس ہے

۱۸۱۳ء
تا
۱۸۱۶ء

نُسخۂ بھوپال
(بخطِ غالب)

۱۸۱۶ء

○ ۱۸۱۶ء

نقشِ فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا؟ م کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا
کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ م صبح کرنا شام کا، لانا ہے جُوئے شیر کا
+ جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے م سینۂ شمشیر سے باہر ہے، دم شمشیر کا
+ آگہی، دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے م مُدّعا عنقا ہے، اپنے عالمِ تقریر کا
شوخیِ نیرنگ، صیدِ وحشتِ طاؤس ہے   دام، سبزے میں ہے، پروازِ چمن تسخیر کا
لذتِ ایجادِ ناز، افسونِ عرضِ ذوقِ قتل   نعل[1]، آتش میں ہے تیغِ یار سے، نخچیر کا
خشت پشتِ دستِ عجز و قالب آغوشِ وداع   پُر ہوا ہے سیل سے، پیمانہ کس تعمیر کا؟
وحشتِ خوابِ عدم، شورِ تماشا ہے اسد   جُز مژہ جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا
بس[2] کہ ہوں غالب، اسیری میں بھی آتش زیرِ پا م موئے آتش دیدہ ہے، حلقہ مری زنجیر کا

جنوں گرمِ انتظار و نالہ بیتابی کمند آیا   سُوَیدا، تا بلب، زنجیریِ دودِ سپند آیا
مہِ[3] اختر فشاں کی، بہرِ استقبال، آنکھوں سے   تماشا، کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا
تغافل[4]، بدگمانی، بلکہ میری سخت جانی سے   نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

۱۔ نخ = نعل، در آتش ....
۲۔ 〃 = آتشیں پا ہوں گدازِ وحشتِ زنداں نہ پوچھ / .... ہر حلقہ یاں زنجیر کا
۳۔ 〃 = بہ استقبال، تمثالِ زماہ، اختر فشاں شوخی
۴۔ 〃 = تغافل، بدگمانی ہا، نظر بر سخت جانی ہا
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۱۸۱۶ء

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا   فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل، پسند آیا
عدم، ہے خیر خواہِ جلوہ کو زندانِ بیتابی   خرامِ ناز، برقِ خرمنِ سعیِ سپند آیا
جراحت تحفہ، الماس ارمغاں، داغِ[1] جگر ہدیہ م مبارک باد! اسد، غمخوارِ جانِ دردمند آیا

شمارِ سبحہ، مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا م تماشائے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا
بہ فیضِ بیدلی، نومیدیِ جاوید آساں ہے[2] م کشایش کو، ہمارا عقدۂ مشکل، پسند آیا
ہوائے[3] سیرِ گل، آئینۂ بے مہریِ قاتل م کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ[4] بسمل پسند آیا
سوادِ چشمِ بسمل، انتخابِ نقطہ آرائی   خرامِ نازِ بے پروائیِ قاتل پسند آیا
+ روانی ہائے موجِ خونِ بسمل سے ٹپکتا ہے   کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا
ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی   برنگِ لالہ، جامِ بادہ بر محمل پسند آیا
اسد، ہر جا سخن نے طرحِ باغِ تازہ ڈالی ہے   مجھے رنگِ بہارِ ایجادیِ بیدل پسند آیا

خود آرا وحشتِ چشمِ پری سے شب وہ بدخو تھا   کہ موم، آئینۂ تمثال کو تعویذِ بازو تھا
بشیرینیِ خوابِ آلودہ مژگاں، نشترِ زنبور   خود آرائی سے، آئینہ، طلسمِ مومِ جادو تھا

۱۔ نخ = نادیدنی دعوت
۲۔ نخ = تر
۳۔ نخ = حجاب
۴۔ نخ = غلطیدن
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۱۸۱۶ء

نہیں ہے بازگشتِ سیلِ[1] غیر از جانبِ دریا
ہمیشہ دیدۂ گریاں کو آبِ رفتہ در جو تھا

رہا نظّارہ وقتِ بے نقابی[2] آپ پر لرزاں
سرِشک آگیں مژہ سے دست از جاں شستہ بر رو تھا

غمِ مجنوں، عزادارانِ لیلیٰ کا پرستش گر
خمِ رنگِ سیہ[3]، پیمانۂ ہر چشمِ آہو تھا

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوقِ فنا، ورنہ
اشارت فہم کو، ہر ناخنِ بُرّیدہ، ابرو تھا

اسد[4]! خاکِ درِ میخانہ اب سر پر اڑاتا ہوں
گئے وہ دن کہ پانی جامِ مے سے زانو زانو تھا

دو دیدن کے کمیں، جوں ریشۂ زیرِ زمیں پایا
بہ گردِ سرمہ، اندازِ نگاہِ شرمگیں پایا

اُگی اک پنبۂ روزن سے ہی چشمِ سفید آخر
حیا کو، انتظارِ جلوہ ریزی کے کمیں پایا

بہ حسرت گاہِ نازِ کشتۂ جاں بخشیِ خوباں
خضر کو چشمۂ آبِ بقا سے تر جبیں پایا

پریشانی سے، مغزِ سر، ہوا ہے پنبۂ بالش
خیالِ شوخیِ خوباں کو راحت آفریں پایا

نفس، حیرت پرستِ طرزِ ناگیرائیِ مژگاں
مگر یک[5] دستِ دامانِ نگاہِ واپسیں پایا

اسد کو، پیچ تابِ طبعِ برق آہنگ مسکن[6] سے
حصارِ شعلۂ جوّالہ میں عزلت گزیں پایا

نزاکت، ہے فسونِ دعویِ طاقت شکستن ہا
شرارِ سنگ، اندازِ چراغ از چشم جستن ہا

۱۔ نخ = سیل ہا بجز ۲۔ نخ = بے نقابی ہا بخود ۳۔ نخ = سیاہ از حلقہ ہائے
۴۔ ؍؍ = ہے اسد! خاکِ درِ مے خانہ ہا بر فرق پاشیدن
خوشا روزے کہ آب از ساغرِ مے تا بہ زانو تھا
۵۔ ؍؍ = دستے بہ ۶۔ نخ = ہے سے

○ ۱۸۱۶ء

رہیں مستیِ چشمِ شوخ سے ہیں، جوہرِ مژگاں
شرار آسا، زِ سنگِ سرمہ یکسر بار جستن ہا

ہوائے ابر سے کی موسمِ گُل میں نمدبافی
کہ تھا آئینۂ خود بے نقابِ زنگ بستن ہا

دل از اضطراب آسودہ، طاعت گاہِ داغ آیا
بہ رنگِ شعلہ ہے، مُہرِ نماز از پا نشستن ہا

تکلّف عاقبت میں ہے دلا، بندِ قبا واکر
نفس ہا بعدِ وصلِ دوست ناواں گُسستن ہا

اسد، ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افزودن
بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب امیدِ رستن ہا

بسانِ جوہرِ آئینہ، از ویرانیِ دل ہا
غبارِ کوچہ ہائے موج ہے، خاشاکِ ساحل ہا

نگہ کی ہم نے پیدا، رشتۂ ربطِ علائق سے
ہوئے ہیں پردہ ہائے چشمِ عبرت، جلوہ حائل ہا

نہیں ہے، باوجودِ ضعف، سیرِ بے خودی آساں
رہِ خوابیدہ میں افگندنی ہے، طرحِ منزل ہا

غریبی بہرِ تسکینِ ہوس در کار ہے، ورنہ
بہ وہمِ زر، گرہ میں باندھتے ہیں برقِ حاصل ہا

تماشا کردنی ہے، انتظار آبادِ حیرانی
نہیں غیر از نگہ، جوں نرگستاں، فرشِ محفل ہا

اسد، تارِ نفس ہے ناگزیرِ عقدہ پیرائی
بہ نوکِ ناخنِ شمشیر کیجے حلِ مشکل ہا

بہ شغلِ انتظارِ مہوشاں در خلوتِ شب ہا
سرِ تارِ نظر ہے رشتۂ تسبیحِ کوکب ہا

کرے گر فکرِ تعمیرِ خرابی ہائے دل، گردوں
نہ نکلے خشت مثلِ استخواں، بیرونِ[1] قالب ہا

۱۔ نخ = بیروں ز

○ ۱۸۱۶ء

عیادت ہائے طعن آلودِ یاراں زہرِ قاتل ہے　　رفوئے زخم کرتی ہے بہ نوکِ نیشِ عقرب ہا
کرے[1] ہے حسنِ خوباں پردے میں مشاطگی اپنی　　کہ ہے تہ بندیِ خط، سبزۂ خطِ در تہِ لب ہا
فنا کو عشق ہے، بے مقصداں حیرت[2] پرستاراں　　نہیں رفتارِ عمرِ تیز رو پابندِ مطلب ہا
اسد کو بت پرستی سے[3] غرضِ درد آشنائی ہے　　نہاں ہیں نالۂ ناقوس میں در پردہ یارب ہا

بہ رہنِ شرم ہے، باوصفِ شوخی، اہتمام اس کا　　نگیں میں جوں شرارِ سنگ[4] ناپیدا ہے نام اس کا
سرِ کارِ تواضع، تاخمِ گیسو رسانیدن　　بسانِ شانہ زینت ریز ہے دستِ سلام اس کا
مسی آلودہ ہے مہرِ نوازش نامہ ظاہر[5] ہے　　کہ داغِ آرزوئے بوسہ دیتا ہے[6] پیام اس کا
لڑادے گر وہ بزمِ مے کشی میں قہر و شفقت کو　　بھرے پیمانۂ صد زندگانی، ایک جام اس کا
بہ امیدِ نگاہِ خاص ہوں محمل کشِ حسرت　　مبادا! ہو عناں گیرِ تغافل لطفِ عام اس کا
اسد، سودائے سرسبزی سے[7] ہے تسلیم رنگیں تر　　کہ کشتِ خشک اس کا، ابرِ بے پروا خرام اس کا

یادِ روزے کہ نفس سلسلۂ یارب تھا　　نالۂ دل، بہ کمر دامنِ قطعِ شب تھا
بہ تحیر کدۂ فرصتِ آرایشِ وصل　　دلِ شب، آئنہ دارِ تپشِ کوکب تھا

۱۔ نخ = نہیں درپردہ حسن از کوششِ مشاطگی غافل　　۲۔ نخ = حسرت
۳۔ ،، = عالم　　۴۔ ،، = شرر در
۵۔ ،، = پیدا　　۶۔ ،، = دیوے گا
۷۔ ،، = میں　　۸۔ ،، = درگرہ

○ ۱۸۱۶ء

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار　　دیدہ گو خوں ہو، تماشائے چمن مطلب تھا
جوہرِ فکر، پر افشانیِ نیرنگِ خیال　　حسن آئینہ و آئینہ چمن مشرب تھا
پردۂ دردِ دل، آئینۂ صد رنگِ نشاط　　بخیۂ زخمِ جگر، خندۂ زیرِ لب تھا
نالہ ہا حاصلِ اندیشہ کہ جوں کشتِ سپند　　دلِ ناسوختہ، آتش کدۂ صد تب تھا
+عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا　　ورنہ جو چاہیے، اسبابِ تمنا سب تھا
+آخرِ کار گرفتارِ سرِ زلف ہوا　　دلِ دیوانہ کہ وارستۂ ہر مذہب تھا
+شوقِ ساماں، فضولی ہے، وگرنہ غالب　　ہم میں سرمایۂ ایجادِ تمنا کب تھا
اسد! افسردگی آوارۂ کفر و دیں ہے　　یادِ روزے کہ نفس درگرۂ "یارب" تھا

شب کہ دل زخمیِ عرضِ دو جہاں تیر آیا　　نالہ، برخود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا
وسعتِ جیبِ جنونِ تپشِ دل مت پوچھ　　محملِ دشت بہ دوشِ رمِ نخچیر آیا
ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا ہستی　　پرِ طاؤس سے، دل، پائے بہ زنجیر آیا
دید حیرت کش، و خورشید چراغانِ خیال　　عرضِ شبنم سے، چمن، آئنہ تعمیر آیا
عشقِ ترسا بچہ و نازِ شہادت مت پوچھ　　کہ کلہ گوشہ، بہ پروازِ پر[1] تیر آیا
اے خوشا! ذوق[2] تمنائے شہادت کہ اسد　　بے تکلف بہ سجودِ خمِ شمشیر آیا

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
۱۔ نخ = بال　　۲۔ نخ = شوقِ سبکتاز

○ ۱۸۱۶ء

سیرِ آں سوئے تماشا ہے طلب گاروں کا   خضرؔ مشتاق ہے اس دشت کے آواروں کا
سرِ خطِ بند ہوا، نامہ گنہ گاروں کا   خونِ ہدہد سے لکھا نقش گرفتاروں کا
فردِ آئینہ میں بخشیں شکنِ خندۂ گل   دلِ آزردہ پسند، آئنہ رخساروں کا
دادخواہِ تپش و مُہرِ خموشی بر لب   کاغذِ سرمہ، ہے جامہ ترے بیماروں کا
وحشتِ نالہ، بہ واماندگیِ وحشت ہے   جَرَسِ قافلہ، یاں دل ہے گرانباروں کا
*پھر وہ سوے چمن آتا ہے خدا خیر کرے!   رنگ اڑتا ہے گلستاں کے ہواداروں کا
جلوہ مایوس نہیں دل، نگرانی غافل   چشمِ اُمیّد ہے، روزن تری دیواروں کا
اسدؔ اے ہرزہ درا، نالہ بہ غوغا تا چند   حوصلہ تنگ نہ کر، بے سبب آزاروں کا

طاؤس در رکاب ہے، ہر ذرّہ آہ کا   یارب نفَس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا؟
عزلت گزینِ بزم ہیں، واماندگانِ دید   مینائے مَے ہے، آبلہ پائے نگاہ کا
ہر گام، آبلے سے ہے، دل، در تہِ قدم   کیا بیم اہلِ درد کو سختیِ راہ کا
جَیبِ نیازِ عشق، نشاں دارِ ناز ہے   آئینہ ہوں، شکستنِ طرفِ کلاہ کا
غافل بہ وہمِ ناز، خود آرا ہے ورنہ یاں   م   بے شانۂ صبا نہیں، طُرّہ گیاہ کا
*بزمِ قدح سے عیشِ تمنا نہ رکھ کہ رنگ   م   صیدِ ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا
+رحمت اگر قبول کرے، کیا بعید ہے   م   شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں اضافہ کیے گئے   + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۱۸۱۶ء

+مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے   م   پُرگُل، خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا
جاں، در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسدؔ   م   پروانہ، ہے وکیل ترے داد خواہ کا

یک ذرّۂ زمیں نہیں بے کار، باغ کا   م   یاں جادہ بھی، فتیلہ ہے لالے کے داغ کا
بے مَے، کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی؟   م   کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ ایاغ کا
+بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل   م   کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا
تازہ نہیں ہے، نشّۂ فکرِ سخن مجھے   م   تریاکیِ قدیم ہوں، دُودِ چراغ کا
+سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے   م   پر کیا کریں؟ کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا
بے خونِ دل ہے چشم میں[۱] موجِ نگہ، غبار   م   یہ میکدہ، خراب ہے مے کے سُراغ کا
باغِ شگفتہ، تیرا بساطِ نشاطِ[۲] دل   م   ابرِ بہار، خُمکدہ کس کے دماغ کا؟
جوشِ بہار، کلفتِ نظّارہ ہے اسدؔ   ہے، ابر، پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری، انتظار اپنا   کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا
زبس آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا   چراغِ گل سے ڈھونڈھے ہے چمن میں شمع خار اپنا
اسیرِ[۳] بے زباں ہوں، کاشکے! صیادِ بے پروا   بدامِ جوہرِ آئینہ، ہو جاوے شکار اپنا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
۱۔ نخ = چشمِ جنوں میں نگہ غبار   ۲۔ نخ = ہوائے
۳۔ ‌〃 = اسیرِ بے زبانی ہوں مگر

○ ١٨١٦ء

مگر ہو مانعِ دامن کشی، ذوقِ خود آرائی — ہوا ہے نقش بندِ آئینہ، سنگِ مزار اپنا
دریغ! اے ناتوانی، ورنہ ہم ضبط آشنایاں نے — طلسمِ رنگ میں باندھا تھا عہدِ استوار اپنا
اگر آسودگی ہے مدّعائے رنجِ بیتابی[1] — نیازِ گردشِ پیمانۂ مے روزگار اپنا
اسدؔ، ہم وہ جنوں جولاں گدائے بے سر و پا ہیں — م — کہ ہے سر پنجۂ مژگانِ آہو، پشت خار اپنا

بس کہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا — چاکِ موجِ سیل، تا پیراہنِ دیوانہ تھا
داغِ مہرِ ضبطِ بے جا، مستیٔ سعیٔ سپند — دودِ مجمر، لالہ ساں، دُردِ تہِ پیمانہ تھا
وصل میں بختِ سیہ نے سنبلستاں گل کیا — رنگِ شب، تہ بندیٔ دودِ چراغِ خانہ تھا
شب، تری تاثیرِ سحرِ شعلۂ آواز سے — تارِ شمع، آہنگِ مضرابِ پرِ پروانہ تھا
موسمِ گل میں نئے گلگوں حلالِ مے کشاں — عقدِ وصلِ دخترِ رز، انگور کا ہر دانہ تھا
انتظارِ[2] جلوۂ کاکل میں ہر شمشادِ باغ — صورتِ مژگانِ عاشق، مفرشِ شانہ تھا
حیرت، اپنے نالۂ بیدرد سے غفلت بنی — راہِ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا
کو بوقتِ قتل حقِ آشنائی، اے نگاہ! — خنجرِ زہراب دادہ، سبزۂ بیگانہ تھا
جوشِ بے کیفیتی ہے اضطراب آرا[3]، اسدؔ — ورنہ بسمل کا تڑپنا[4]، لغزشِ مستانہ تھا

١- نخ = کوشش ہا
٢- نخ = انتظارِ زلف میں شمشاد ہم دستِ چنار
نقش بندِ شکلِ مژگاں، از نمودِ شانہ تھا
٣- نخ = اندیشہ ٤- نخ = طپیدن

○ ١٨١٦ء

رات، دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا — رنگِ روئے شمع، برقِ خرمنِ پروانہ تھا
شب کہ تھی کیفیّتِ محفل بیادِ روئے یار — ہر نظر میں، داغِ مے، خالِ لبِ پیمانہ تھا
شب[1] کہ باندھا خواب میں آنے کا، قاتل نے جناح — وہ فسونِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا
دود کو آج اس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی — وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمعِ ماتم خانہ تھا
ساتھ جنبش کے بیک برخاستن طے ہو گیا — تو[2] کہے، صحرا غبارِ دامنِ دیوانہ تھا
دیکھ[3] اُس کے ساعدِ سیمین و دستِ پُر نگار — شاخِ گل جلتی تھی مثلِ شمع، گل پروانہ تھا
شکوۂ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا — غالبؔ، ایسے گنج کو شایاں یہی ویرانہ تھا
اے اسدؔ! رویا جو دشتِ غم میں، میں حیرت زدہ — آئینہ خانہ زسیلِ اشک، ہر ویرانہ تھا

پئے نذرِ کرم، تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا — م — بہ خوں غلتیدۂ[4] صد رنگ دعویٰ پارسائی کا
جہاں مٹ[5] جائے سعیِ دیدِ خضر آبادِ آسائش — بہ جیبِ ہر نگہ پنہاں ہے حاصل رہنمائی کا
بہ عجز آبادِ وہمِ مدّعا تسلیم شوخی ہے — تغافل کو نہ کر مغرورِ تمکیں آزمائی کا
زکوٰۃ[6] حسن دے، اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا — م — چراغِ خانۂ درویش ہو، کاسہ گدائی کا

١- نخ = شب کہ باندھا یار نے پیمانِ در خواب آمدن
وہ فسونِ وعدہ مجھ کو شوخیٔ افسانہ تھا
٢- " = گوئیا
٣- " = دیکھ اس کے ساعد و دستِ حنا آلود کو
☐ یہ شعر پہلے پہل گل میں درج ہوا
٤- " = غلطیدۂ ٥- نخ = رہ
٦- " = زکوات

○ ۱۸۱۶ء

نہ مارا جان کر بے جرم، غافل، تیری گردن پر   م   رہا، مانندِ خونِ بے گنہ، حق آشنائی کا
دہانِ ہر بتِ پیغارہ جُو، زنجیرِ رسوائی   م   عدم تک بے وفا، چرچا ہے تیری بے وفائی کا
وہی+ اک بات ہے جو یاں نفس، واں نکہتِ گل ہے   م   چمن کا جلوہ باعث ہے، مری رنگیں نوائی کا
نہ[1] دے نامے کو اتنا طول، غالبؔ، مختصر لکھ دے   م   کہ حسرت سنج ہوں، عرضِ ستم ہائے جدائی کا

نہ ہو حسنِ تماشا دوست، رسوا بے وفائی کا   م   بہ مہرِ صد نظر ثابت ہے، دعویٰ پارسائی کا
ہوس، گستاخیِ آئینہ، تکلیفِ نظر بازی   بہ جیبِ آرزو پنہاں ہے، حاصل دل ربائی کا
نظر بازی طلسمِ وحشت آبادِ پرستاں ہے   رہا بیگانۂ تاثیر، افسوں آشنائی کا
نہ پایا دردمندِ دوریِ یارانِ یک دل نے   سوادِ خطِّ پیشانی سے، نسخہ مومیائی کا
تمنائے زباں، محوِ سپاسِ بے زبانی ہے   م   مٹا[2] جس سے تقاضا شکوۂ بے دست و پائی کا
اسدؔ، یہ عجز و بے سامانیِ فرعون توام ہے   جسے تو بندگی کہتا ہے، دعوا ہے خدائی کا

کرے گر حیرتِ نظارہ، طوفاں نکتہ گوئی کا   حبابِ چشمۂ آئینہ ہووے بیضہ طوطی کا
بروے قیسؔ، دستِ شرم ہے مژگانِ آہو سے   مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانہ لیلیٰ کا

۱۔ نخ = ے   اسدؔ کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے
کہ حسرت کش رہا عرضِ ستم ہائے جدائی کا
۲۔ ″ = گیا   + یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۱۸۱۶ء

فسانِ تیغِ نازک قاتلاں: سنگِ جراحت ہے   دلِ گرمِ تپش، قاصد ہے پیغامِ تسلی کا
نہیں گرداب جز سرگشتگی ہائے طلب ہرگز[1]   حبابِ بحر کے ہے، آبلوں میں خارِ ماہی کا
نیازِ جلوہ ریزی، طاقتِ بالیں شکستن ہا   تکلف کو خیال آیا ہو گر بیمار پرسی کا
نہ[2] بخشی فرصتِ یک شبنمستاں جلوۂ خور نے   تصور نے کیا ساماں ہزار آئینہ بندی کا
اسدؔ، تاثیرِ صافی ہائے حیرت جلوہ پرور ہو   گر آبِ چشمۂ آئینہ دھووے عکس زنگی کا

زِبس خوں گشتۂ رشکِ وفا تھا وہم[3] بسمل کا   چرایا زخم ہائے دل نے پانی تیغِ قاتل کا
نگاہِ چشمِ حاسد وام لے، اے ذوقِ خود بینی   تماشائی ہوں، وحدت خانۂ آئینۂ دل کا
شررِ فرصت نگہ، سامانِ یک عالم چراغاں ہے   بہ قدرِ رنگ یاں گردش میں ہے پیمانہ محفل کا
سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولاں تھا   ہوا واماندگی سے رہرواں کی، فرق منزل کا
سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی   م   عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا
بہ قدرِ ظرف ہے ساقی، خمارِ تشنہ کامی بھی   م   جو تو دریائے مے ہے، تو میں[5] خمیازہ ہوں ساحل کا
مجھے[6] راہِ سخن میں خوفِ گمراہی نہیں، غالبؔ   عصائے خضرِ صحرائے سخن ہے، خامہ بیدل کا

۱۔ نخ = جوشی (یعنی طلب جوشی)
۲۔ ″ = ے نہ دی خورشید نے فرصت بقدرِ شبنمستانی
۳۔ ″ = ذوق   ۴۔ نخ = ہا
۵۔ ″ = میں ہوں خمیازہ
۶۔ ″ = (اسدؔ) افسوس و دردِ ناشناسی ہائے گمراہاں

○ ۱۸۱۶ء

فروِ پیچیدنی ہے فرشِ بزمِ عیش گستر کا
دریغا! گردش آموزِ فلک ہے دورِ ساغر کا

خطِ نوخیز کی آئینے میں دی کس نے آرائش؟
کہ ہے تہ بندیٔ پرہائے طوطی رنگِ جوہر کا

گیا جو نامہ بر واں سے برنگِ باختہ آیا
خطوطِ روئے قالیں نقش ہے پشتِ کبوتر کا

شکستِ گوشہ گیراں ہے فلک کو حاصلِ گردش
صدف سے آسیائے آب میں ہے دانہ گوہر کا

فزوں ہوتا ہے ہر دم جوشِ خونباری تماشا ہے
نفس کرتا ہے رگ ہائے مژہ پر کام نشتر کا

خیالِ شربتِ عیسیٰ، گدازِ ترنجبینی ہے
اسدؔ، ہوں مست دریا بخشیِ ساقیِ کوثر کا

کیا کس شوخ نے ناز از سرِ تمکیں نشستن کا؟
کہ شاخِ گل کا خم، انداز ہے بالیں شکستن کا

نہاں ہے مردمک میں، شوقِ رخسارِ فروزاں سے
سپندِ شعلہ نادیدہ صفت، اندازِ جستن کا

گدازِ دل کو کرتی ہے، کشودِ چشم، شب پیما
نمک ہے شمع میں جوں مومِ جادو، خواب بستن کا

نفس در سینہ ہائے ہم دگر رہتا ہے پیوستہ
نہیں ہے رشتۂ الفت کو اندیشہ گسستن کا

+ہوائے ابر سے کی، موسمِ گل میں، نمد بافی
کہ تھا آئینۂ خور پر تصورِ زنگ بستن کا

+تکلف عافیت میں ہے، دلا! بندِ قبا وا کر
نفس بعد از وصالِ دوست تاواں ہے گسستن کا

+ہر اشکِ چشم سے یک حلقۂ زنجیر بڑھتا ہے
بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب، اندیشہ رستن کا

عیادت سے اسدؔ، میں بیشتر بیمار ہوتا ہوں
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزاں، سینہ خستن کا

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ۱۸۱۶ء

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگیں کا
نظر آتا ہے موئے شیشہ، رشتہ شمعِ بالیں کا

صدا ہے کوہ میں حشر آفریں، اے غفلت اندیشاں
پئے سنجیدنِ یاراں ہوں حاملِ خوابِ سنگیں کا

بجائے غنچہ و گل ہے ہجومِ خار و خس، یاں تک
کہ صرفِ بخیۂ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا

نصیبِ آستیں ہے حاصلِ روئے عرق آگیں
چنے ہے کہکشاں خرمن[1] سے مہ کے خوشہ پرویں کا

بوقتِ کعبہ جوئی ہا، جرس کرتا ہے ناقوسی
کہ صحرا فصلِ گل میں رشک ہے بت خانۂ چیں کا

تپیدن[2] دل کو سوزِ عشق میں خوابِ فراموشی ہے
رکھا اسپند نے مجمر میں پہلو گرمِ تمکیں کا

اسدؔ[3] اربابِ فطرت قدر دانِ لفظ و معنی ہیں
سخن کا بندہ ہوں، لیکن نہیں مشتاقِ تحسیں کا

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے، ساماں اشکباری کا
جنونِ برق، نشتر ہے رگِ ابرِ بہاری کا

برائے حلِ مشکل، ہوں زپا افتادۂ حسرت
بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیماں خاکساری کا

بہ وقتِ سرنگونی ہے، تصور، انتظارستاں
نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اختر شماری کا

لطافت بے کثافت، جلوہ پیدا کر نہیں سکتی م
چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

حریفِ جوششِ دریا نہیں، خودداریِ ساحل م
جہاں ساقی ہو تو، باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

اسدؔ، ساغر کشِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی
کہ ننگِ فہمِ مستاں ہے گلہ بد روزگاری کا

۱۔ نخ = از خرمنِ مہ
۲۔ ” = طپیدن
۳۔ ” = ہے اسدؔ طرز آشنایاں قدر دانِ نکتہ سنج ہیں

○ ۱۸۱۶ء

دردِ اسمِ حق سے، دیدارِ صنم حاصل ہوا　　رشتۂ تسبیح، تارِ جادۂ منزل ہوا
محتسب سے تنگ ہے، ازبس کہ کارِ مے کشاں　　رز میں جو انگور نکلا، عقدۂ مشکل ہوا
قیس نے ازبس کہ کی سیرِ گریبانِ نفس　　یک دو جیبِ دامانِ صحرا، پردۂ محمل ہوا
وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر　　گوشِ نسرینِ عارضاں، پروانۂ محفل ہوا
خاکِ عاشق، بس کہ ہے فرسودۂ پروازِ شوق　　جادۂ ہر دشت، تارِ دامنِ قاتل ہوا
عیب کا دریافت کرنا ہے ہنر مندی اسدؔ　　نقص پر اپنے ہوا جو مطّلع، کامل ہوا

قطرۂ مے، بس کہ حیرت سے نفس پرور ہوا　م　خطِّ جامِ مے[1]، سراسر رشتۂ گوہر ہوا
+اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا　م　غیر نے کی آہ، لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا
گرمیِ دولت ہوئی آتش زنِ نامِ نکو　　خانۂ ماتم میں، یاقوتِ نگیں، اخگر ہوا
نشّے میں گم کردہ رہ[2] آیا، وہ مستِ فتنہ خو[3]　　آج رنگِ رفتہ، دورِ گردشِ ساغر ہوا
درد سے در پردہ دی مژگاں سیاہاں نے شکست　　ریزہ ریزہ اُستخواں کا، پوست میں نشتر ہوا
زُہد، گردیدن ہے گردِ خانہ ہائے مُنعماں　　دانۂ تسبیح سے میں مُہرہ در ششدر ہوا
اے بہ ضبطِ حال خو نا کردگاں[4]، جوشِ جنوں　　نشّۂ مے ہے، اگر یک پردہ نازک تر ہوا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیۂ ق میں درج ہوا
۱۔ نخ = بادۂ یکسر　　۲۔ نخ = راہ
۳۔ ” = ریز　　۴۔ ” = ناافسردگاں

○ ۱۸۱۶ء

اس چمن میں ریشہ واری جس نے سر کھینچا، اسدؔ　　تر زبانِ شکرِ لطفِ[1] ساقیِ کوثر ہوا

وحشیِ بن صیّاد نے ہم رم خوردوں کو کیا رام کیا　　رشتۂ چاکِ جیبِ دریدہ[2]، صرفِ قماشِ دام کیا
عکسِ رُخِ افروختہ تھا تصویر بہ پشتِ آئینہ　　شوخ نے وقتِ حسن طرازی تمکیں سے آرام کیا
ساقی نے از بہرِ گریباں چاکیِ موجِ بادۂ ناب　　تارِ نگاہِ سُوزنِ مینا، رشتۂ خطِّ جام کیا
مُہر بجائے نامہ[3] لگائی بر لبِ پیکِ نامہ رساں　　قاتلِ تمکیں سنج نے یوں خاموشی کا پیغام کیا
شامِ فراقِ یار میں، جوشِ خیرہ سری سے ہم نے اسدؔ　　ماہ کو، در تسبیحِ کواکب، جائے نشینِ امام کیا

گر نہ اندوہِ[3] شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا　م　بے تکلف، داغِ مہ، مُہرِ دہاں ہو جائے گا
زہرہ، گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے آب　م　پرتوِ مہتاب، سیلِ خانماں ہو جائے گا
*لے تو لوں سوتے میں اس کے پانو کا بوسہ، مگر　م　ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا
+دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے، کیا معلوم تھا　م　یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا
= سب کے دل میں ہے جگہ تیری، جو تو راضی ہوا　م　مجھ پہ گویا، اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

۱۔ نخ = لطفِ عام　　۲۔ نخ = بادہ (سہوًا)　　۳۔ نخ = احوال
* یہ شعر پہلے پہل متنِ ق میں درج ہوا۔ مصرعِ اوّل میں ”پانو کا بوسہ“ کی جگہ ”بوسہ ہائے پا“ تحریر ہے
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیۂ ق میں درج ہوا
= عین ممکن ہے کہ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ یا متنِ ق میں درج ہوا ہو مگر ق کے بعض صفحات کے نقصان کے باعث یہ غزل نسخے میں دستیاب نہیں۔ تاہم گلؔ میں موجود ہے

○ ١٨١٦ء

گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تعلیمِ ضبط م شعلہ[1] خس میں جیسے خوں رگ میں نہاں ہو جائے گا
باغ[+] میں مجھ کو نہ لے جا، ورنہ میرے حال پر م ہر گلِ تر، ایک چشمِ خوں فشاں ہو جائے گا
وائے[+] اگر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو م اب تلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا
گر وہ[2] مستِ ناز دیوے گا صلائے عرضِ حال خارِ گل، بہرِ دہانِ گل، زباں ہو جائے گا
گر شہادت آرزو ہے، نشّے میں گستاخ ہو بال شیشے کا، رگِ سنگِ فساں ہو جائے گا
فائدہ کیا؟ سوچ، آخر تو بھی[3] دانا ہے اسدؔ م دوستی ناداں کی ہے، جی کا زیاں ہو جائے گا

تنک ظرفوں کا رتبہ جہد سے برتر نہیں ہوتا حبابِ مے بصد بالیدنی ساغر نہیں ہوتا
عجب اے آبلہ پایانِ صحرا، بے نظر بازی کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ گوہر نہیں ہوتا
خوشا اعجاز ہے کہ عاشق جل بجھے جوں شعلۂ خاموش کہ کم از سرمہ اُس کا مشتِ خاکستر نہیں ہوتا
تماشائے گل و گلشن ہے مفتِ سر بجیبی ہا بہ از چاکِ گریباں گلستاں کا در نہیں ہوتا
نہ رکھ چشمِ حصولِ نفع صحبت ہائے ممسک سے لبِ خشکِ صدف آبِ گہر سے تر نہیں ہوتا
نہ دیکھا کوئی ہم نے آشیاں بلبل کا گلشن میں کہ جس کے در پہ غنچہ شکلِ قفلِ زر نہیں ہوتا

١۔ نخ = ہے شعلہ خس میں مثلِ خوں در رگ نہاں ہو جائے گا
٢۔ ” = ہے گروہ مستِ نازِ تمکیں دے صلائے عرضِ حال
خارِ گل بن کر دہانِ گل زباں ہو جائے گا
٣۔ ” = ہی (سہواً)
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیۂ ق میں درج ہوئے۔

○ ١٨١٦ء

صفا کب جمع ہو سکتی ہے غیر از گوشہ گیری ہا صدف بن قطرۂ نیساں اسدؔ، گوہر نہیں ہوتا

لبِ خشک در تشنگی مُردگاں کا م زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا
ہمہ نا امیدی، ہمہ بد گمانی م میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا
شگفتن کمیں گاہِ[1] تقریب جوئی تصور ہوں بے موجب آزردگاں کا
غریبِ[2] ستم دیدۂ باز گشتن سخن ہوں سخن بر لب آوردگاں کا
سراپا یک آئینہ دارِ شکستن ارادہ ہوں یک عالم افسردگاں کا
بہ صورت[3] تکلف، بہ معنی تأسف اسدؔ میں تبسم ہوں پژمردگاں کا

ہے تنگ زِ وا ماندہ شدن، حوصلۂ پا جو اشک گرا خاک میں ہے آبلۂ پا
سر منزلِ ہستی سے ہے صحرائے طلب دور جو خط ہے کفِ پا پہ، سو[4] ہے سلسلۂ پا
دیدار طلب ہے دلِ وا ماندہ کہ آخر نوکِ سرِ مژگاں سے رقم ہو گئے پا
آیا نہ بیابانِ[5] طلب گامِ زباں تک متبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا
فریاد سے پیدا ہے، اسدؔ، گرمیِ وحشت تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا

١۔ نخ = دارِ ٢۔ نخ = غریب بدر جستہ....
٣۔ ” = ہے چہ ظاہر چہ باطن تکلف تأسف ٤۔ ” = ہے سو
٥۔ ” = بیانِ (سہواً)

○ ۱۸۱۶ء

وہ فلک رتبہ کہ بر توسنِ چالاک چڑھا   ماہ پر، ہالہ صفت، حلقۂ فتراک چڑھا
نشۂ مے کے اُتر جانے کے غم سے انگور   صورتِ اشک بہ مژگانِ رگِ تاک چڑھا
بوسۂ لب سے ملی طبع کو کیفیتِ حالؔ   مے کشیدن سے مجھے نشّۂ تریاک چڑھا
میں جو گردوں کو بہ میزانِ طبیعت تولا   تھا یہ کم وزن کہ ہم سنگِ کفِ خاک چڑھا
اے اسدؔ، واشدنِ عقدۂ غم گر چاہے   حضرتِ زلف میں جوں شانۂ دل چاک چڑھا

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا   شوخیِ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا
شب[۲] کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا   م   شعلۂ جوالہ، ہر یک حلقۂ گرداب، تھا
واں کرم کو عذرِ بارش تھا عناں گیرِ خرام   م   گریے[۳] سے یاں پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا
لے زمیں سے آسماں تک فرش تھیں بے تابیاں   شوخیِ بارش سے، مہ، فوّارۂ سیماب تھا
واں[۴] ہجومِ نغمہ ہاے سازِ عشرت تھا، اسدؔ   ناخنِ غم، یاں[۵] سرِ تارِ نفَس، مضراب تھا
واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال   م   یاں ہجومِ اشک میں تارِ نگہ نایاب تھا
+جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں، آبجو   م   یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

۱۔ نخ = خال (سہوِ کتابت؟)
۲۔ ” = گرمیِ برقِ تپش سے ....   ۳۔ نخ = گریہ
۴۔ ” = ہے جوشِ یادِ نغمۂ دمسازِ مطرب سے (اسدؔ)
۵۔ ” = بر
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۱۸۱۶ء

+یاں سرِ پُرشور، بے خوابی سے تھا، دیوار جو   م   واں وہ فرقِ ناز، محوِ بالشِ کمخواب تھا
+یاں نفَس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بے خودی   م   جلوۂ گل، واں بساطِ صحبتِ احباب تھا
+فرش سے تا عرش، واں طوفاں تھا موجِ رنگ کا   م   یاں زمیں سے آسماں تک، سوختن کا باب تھا
▭ناگہاں اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا   م   دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذت یاب تھا

نالۂ دل میں شب، اندازِ اثر نایاب تھا   م   تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر، گو بے تاب تھا
دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا   آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا
موج سے پیدا ہوئے، پیراہنِ دریا میں خار   گریہ، وحشت بے قرارِ جلوۂ مہتاب تھا
جوشِ تکلیفِ تماشا، محشرستانِ[۱] نگاہ   فتنۂ خوابیدہ کو آئینہ مشتِ آب تھا
بے خبر مت کہہ ہمیں، بے درد، خود بینی سے پوچھ   قُلزمِ ذوقِ نظر میں آئنہ پایاب تھا
بے دلی ہاے اسدؔ، افسردگی آہنگ تر   یاد ایام ہے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا
+مقدمِ سیلاب سے، دل کیا نشاط آہنگ ہے   م   خانۂ عاشق، مگر، سازِ صداے آب تھا
+نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کیا کہوں؟   م   پہلوے اندیشہ، وقفِ بسترِ سنجاب تھا

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
▭ یہ شعر گل تک کسی مخطوطے میں نہیں ہے۔ متن م میں ہے گویا ۱۸۲۹ء تا ۱۸۴۰ء کسی وقت کہا گیا ہوگا۔
۱۔ نخ = آباد

○ ۱۸۱۶ء

+کچھ نہ کی اپنی جنونِ نارسا نے، ورنہ یاں　م　ذرّہ ذرّہ، رُوکشِ خُرشیدِ عالم تاب تھا
+آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے؟　م　کل تلک تیرا بھی دل، مہر و وفا کا باب تھا
+یاد کر وہ دن کہ ہر یک حلقہ تیرے دام کا　م　انتظارِ صید میں اک دیدۂ بے خواب تھا
⊙میں نے روکا رات غالبؔ کو، وگرنہ دیکھتے　م　اُس کی سیلِ گریہ میں، گردوں کفِ سیلاب تھا

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوتِ ناموس تھا　م　رشتۂ[۱] ہر شمع، خارِ کسوتِ فانوس تھا
بت پرستی ہے، بہارِ نقش[۲] بندی ہائے دہر　ہر صریرِ خامہ میں، یک نالۂ ناقوس تھا
+مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جُو اُگتی ہے حنا　م　کس قدر، یارب! ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا
حاصلِ الفت نہ دیکھا جُز شکستِ آرزو　م　دل بہ دل پیوستہ، گویا، یک لبِ افسوس تھا
*کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیاں؟　م　جو کہ کھایا خونِ دل، بے منّتِ کیموس تھا
طبع[۳] کی واشُد نے رنگِ یک گلستاں گل کیا　یہ[۴] دلِ وابستہ، گویا، بیضۂ طاؤس تھا
کل[۵] اسدؔ کو ہم نے دیکھا گوشۂ غم خانہ میں　دست بر سر[۶]، سر بہ زانوے دلِ مایوس تھا

۱۔ نخ　=　شمع سے یک خار در پیراہن ......
۲۔ 〃　=　نقش بندیِ جہاں
۳۔ 〃　=　غنچۂ خاطر نے رنگِ صد ....
۴۔ 〃　=　گردۂ تصویرِ گلشن ....
۵۔ 〃　=　ہے یاد آیا ہے کہ دردِ سینہ ریشی سے اسد
۶۔ 〃　=　دل
*　یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہُوا
+　یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
⊙　یہ شعر پہلے پہل قب میں درج ہُوا

○ ۱۸۱۶ء

شبِ اختر، قدحِ عیش نے محمل باندھا　بار یک قافلۂ آبلہ منزل باندھا
سُبحہ واماندگیِ شوق و تماشا منظور　جادہ پر، زیورِ صد آئنہ منزل باندھا
ضبطِ گریہ، گہرِ آبلہ[۱] لایا آخر　پائے صد موج، بہ طوفاں کدہ دل باندھا
حیف[۲]! اے تنگیِ تمنّا، کہ پئے عرضِ حیا　یک عرق آئنہ، بر جبہۂ سائل باندھا
حسن آشفتگیِ جلوہ، ہے عرضِ اعجاز　دستِ موسیٰ بہ سرِ دعویِ باطل باندھا
تپشِ آئنہ، پروازِ تمنّا لائی[۳]　نامۂ شوق، بہ بالِ پرِ بسمل باندھا
دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں کس نے　خلوتِ ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا؟
ناامیدی نے، بہ تقریبِ مضامینِ خُمار　کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا
مطرب[۴] دل نے مرے تارِ نفس سے غالبؔ　ساز پر رشتہ، پئے نغمۂ بیدلؔ باندھا

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا　م　جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا
+جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے　م　ہوں شمعِ کشتہ، درخورِ محفل نہیں رہا
+مرنے کی، اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ میں　م　شایانِ دست و بازوے قاتل نہیں رہا

۱۔ نخ　=　آبلہ ہائے تبِ خال
۲۔ 〃　=　ہے داغ اے حاجتِ بے دردکہ درعرضِ حیا
۳۔ 〃　=　معلوم
۴۔ 〃　=　ہے کہ نفس ہوں کہ اسدؔ مطربِ دل نے مجھ سے
+　یہ اشعار سب سے پہلے حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ۱۸۱۶ء

بروئے شش جہت درِ آئینہ باز ہے   م   یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا
واکر دیے ہیں[+] شوق نے بندِ نقابِ حسن   م   غیر از نگاہ، اب کوئی حائل نہیں رہا
گو میں[+] رہا رہینِ ستم ہائے روزگار   م   لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
دل[+] سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں   م   حاصل، سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا
جاں دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے[1]   یاں عرصۂ تپیدنِ[2] بسمل نہیں رہا
ہوں قطرہ زن بمرحلۂ[3] یاس روز و شب   جُز تارِ اشک، جادۂ منزل نہیں رہا
اے آہ، میری خاطرِ وابستہ کے سوا   دنیا میں کوئی عقدۂ مشکل نہیں رہا
ہر چند میں ہوں طوطیِ شیریں سخن، ولے   آئینہ آہ! میرے مقابل نہیں رہا
بیدادِ[4] عشق سے نہیں ڈرتا، مگر اسدؔ   م   جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

خلوتِ آبلۂ پا میں ہے، جَولاں میرا   خوں ہے دل[5] تنگیِ وحشت سے بیاباں میرا
ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفاں میرا   موجِ خمیازہ ہے، ہر زخم نمایاں میرا
عیشِ بازی کدۂ حسرتِ جاوید رسا   خونِ آدینہ سے رنگیں ہے، دبستاں میرا

۱۔ نخ = تر   ۲۔ نخ = طپیدن
۳۔ " = بوادیِ حسرتِ شبانہ روز
۴۔ " = ے اندازِ نالہ یاد ہیں سب مجھ کو پر اسد
۵۔ " = کِس
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۱۸۱۶ء

حسرتِ نشۂ وحشت نہ بہ سعیِ دل ہے   عرضِ خمیازۂ مجنوں ہے، گریباں میرا
عالمِ بے سروسامانیِ فرصت مت پوچھ   لنگرِ وحشتِ مجنوں ہے، بیاباں میرا
بے دماغِ تپشِ رشک ہوں، اے جلوۂ حسن[1]   تشنۂ خونِ دل و دیدہ ہے پیماں میرا
فہم، زنجیریِ بے ربطیِ دل ہے، یارب!   کس زباں میں ہے لقب خوابِ پریشاں میرا
بہ ہوس[2]، دردِ سرِ اہلِ سلامت تا چند؟   مشکلِ عشق ہوں، مطلب نہیں آساں میرا
سرمۂ مُفتِ نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے   م   کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا
رخصتِ[+] نالہ مجھے دے کہ مبادا! ظالم   م   تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا
بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی، اسدؔ   دَے[3] نے برباد کیا پیرہنستاں میرا

بہ مُہرِ نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا   ہمارا کام ہوا، اور تمہارا نام رہا
ہوا نہ مجھ سے بجز درد، حاصلِ صیّاد   بسانِ[4] اشک، گرفتارِ چشمِ دام رہا
دل و جگر تفِ فرقت سے جل کے خاک ہوئے   ولے ہنوز خیالِ وصال خام رہا
شکستِ رنگ کی لائی سحر، شبِ سنبل   پہ زلفِ یار کا افسانہ ناتمام رہا

۱۔ نخ = بساط   ۲۔ نخ = بہوس
۳۔ " = کس   ۴۔ " = برنگِ
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۱۸۱۶ء

دہانِ تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا؟   کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا
نہ پوچھ[1] حال شب و روزِ ہجر کا، غالبؔ   خیالِ زلف و رُخِ دوست، صبح و شام رہا

خط جو رخ پر جانشینِ ہالۂ مہ ہوگیا   ہالہ دودِ شعلۂ جوّالۂ مہ ہوگیا
حلقۂ گیسو کھُلا دورِ خطِ رُخسار پر   ہالۂ دیگر بہ گردِ ہالۂ مہ ہوگیا
شب کہ مستِ دیدنِ مہتاب تھا وہ جازیب   پارۂ چاکِ کتاں، پرکالۂ مہ ہوگیا
شب کہ وہ گل باغ میں تھا جلوہ فرما اے اسدؔ   داغِ مہ، جوشِ چمن سے لالۂ مہ ہوگیا

بس کہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہوگیا   صفحۂ نامہ، غلافِ بالشِ پر ہوگیا
صورتِ دیباتپش سے میری، غرقِ خوں ہے آج   خارِ پیراہن، رگِ بستر کو نشتر ہوگیا
بس کہ آئینے نے پایا گرمیِ رخ سے گداز   دامنِ تمثال، مثلِ برگِ[2] گل، تر ہوگیا
شعلہ رخسارا! تحیّر سے تری رفتار کے   خارِ شمعِ آئنہ، آتش میں جوہر ہوگیا
بس کہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار   دامنِ آلودۂ عصیاں گراں تر ہوگیا

حیرتِ اندازِ رہبر ہے عناں گیر اے اسدؔ
نقشِ پائے خضرؔ یاں، سدِّ سکندر ہوگیا

۱۔ نخ = ے اسدؔ نہ پوچھ شب و روزِ ہجر کا احوال
۲۔ ؍؍ = برگِ گل صفت

○ ۱۸۱۶ء

یک گام بیخودی سے لُوٹیں بہارِ صحرا   آغوشِ نقشِ پا میں کیجے فشارِ صحرا
وحشت اگر رسا ہے، بے حاصلی ادا ہے   پیمانۂ ہوا ہے، مشتِ غبارِ صحرا
اے آبلے[1]! کرم کر، یاں رنجہ یک قدم کر   اے نورِ چشمِ وحشت[2]! اے یادگارِ صحرا
دل در رکابِ صحرا، خانہ خرابِ صحرا   موجِ سرابِ صحرا، عرضِ خمارِ صحرا
ہر ذرّہ یک دلِ پاک، آئینہ خانۂ[3] بے خاک   تمثالِ شوقِ بے باک، صد جادہ چارِ صحرا
دیوانگیِ اسدؔ کی حسرت کشِ طرب ہے   سر[4] میں ہوائے گلشن، دل میں غبارِ صحرا

دلِ بیتاب کہ سینے میں دمِ چند رہا   بہ دمِ چند گرفتارِ غمِ چند رہا
زندگی کے ہوئے ناگہ نفسِ چند تمام   کوچۂ یار جو مجھ سے قدمِ چند رہا
لکھ سکا میں نہ اُسے شکوۂ پیماں شکنی   لاجرم، توڑ کے، عاجز، قلمِ چند رہا
الفتِ زر ہمہ نقصاں ہے کہ آخر قاروں   زیرِ بارِ غمِ دام و درمِ چند رہا
عمر بھر ہوش نہ یک جا ہوئے میرے کہ اسدؔ   میں پرستندۂ روئے صنمِ چند رہا

۱۔ نخ = آبلہ
۲۔ ؍؍ = مجنوں
۳۔ ؍؍ = آئینہ خانۂ خاک
۴۔ ؍؍ = ے در سر ہوائے گلشن، در دل غبارِ صحرا

○ ۱۸۱۶ء

جگر سے ٹوٹی ہوئی ہوگئی سناں پیدا　　دہانِ زخم میں، آخر، ہوئی زباں پیدا
بسانِ سبزہ رگِ خواب ہے زباں ایجاد　　کرے ہے خامشی احوالِ بیخوداں پیدا
صفا و شوخی و اندازِ حسن پا بہ رکاب　　خطِ سیاہ سے ہے گردِ کارواں پیدا
نہیں ہے آہ کو ایمائے تیرہ بالیدن　　وگرنہ ہے خمِ تسلیم سے کماں پیدا
نصیبِ تیرہ، بلاگردشِ آفریں ہے اسدؔ　　زمیں سے ہوتے ہیں، صد دامن آسماں پیدا

دل[1] مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا　م　آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا
دل[+] میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں　م　آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
میں[+] عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل! بارہا　م　میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا
عرض[+] کیجے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں؟　م　کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا
دل[+] نہیں، تجھ کو دکھاتا، ورنہ داغوں کی بہار　م　اس چراغاں کا، کروں کیا کارفرما جل گیا
دود میرا سنبلستاں سے کرے ہے ہمسری　　بس کہ ذوقِ آتشِ گل سے سراپا جل گیا
شمع[2] رویوں کی سر انگشتِ حنائی دیکھ کر　　غنچۂ گل، پرفشاں پروانہ آسا جل گیا
خانمانِ عاشقاں، دکانِ آتش باز ہے　　شعلہ رو جب[3] ہوگئے گرمِ تماشا جل گیا

۱۔ نخ = اُف نہ کی گو سوزِ دل سے ۔ ۔ ۔
۲۔ ″ = شمع رویاں
۳۔ ″ = یاں جب ہوئے
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۱۸۱۶ء

تا کجا افسوسِ گرمی ہائے صحبت؟ اے خیال　　دل[1]، بہ سوزِ آتشِ داغِ تمنا، جل گیا
میں[2] ہوں اور افسردگی کی آرزو، غالبؔ کہ دل　م　دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا، جل گیا

نہاں کیفیتِ مے میں ہے سامانِ حجاب اُس کا　　بنا ہے پنبۂ مینا سے ساقی نے نقاب اُس کا
اگر اُس شعلہ رو کو دوں پیامِ مجلس افروزی　　زبانِ شمعِ خلوت خانہ دیتی ہے جواب اُس کا
عیاں کیفیتِ میخانہ ہے جوئے گلستاں میں　　کہ مے عکسِ شفق ہے اور ساغر ہے حباب اُس کا
اُٹھائے ہیں جو میں افتادگی میں متصل صدمے　　کروں گا اشک ہائے دل چکیدہ سے حساب اُس کا
اسدؔ کے واسطے رنگِ بروئے کار ہو پیدا
غبارِ آوارہ و سرگشتہ ہے، یا بوتراب اُس کا

زبس ہے ناز پروازِ غرورِ نشۂ صہبا　　رگِ بالیدۂ گردن ہے موجِ بادہ درمینا
در آبِ آئنہ از جوشِ عکسِ گیسوئے مشکیں　　بہارِ سنبلستان جلوہ گر ہے آں سوئے دریا
کہاں ہے دیدۂ روشن کہ دیکھے بے حجابانہ　　نقابِ یار ہے از پردہ ہائے چشمِ نابینا

۱۔ نخ = دل زِ آتش خیزی ۔ ۔ ۔ ۔
۲۔ ″ = ے ہے اسدؔ بیگانۂ و افسردگی، کو بے کسی
دل زِ گرمیِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

○ ۱۸۱۶ء

نہ دیجے پاسِ ضبطِ آبرو، وقتِ شکستن بھی   تحمّل پیشۂ تمکین رہیے آئنہ آسا

اسد، طبعِ متیں سے گر نکالوں شعرِ برجستہ
شرر، ہو قطرۂ خونِ فسردہ در رگِ خارا

گرفتاری میں، فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا   کہ طوقِ قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا
زمیں کو صفحۂ گلشن بنایا خونچکانی نے   چمن بالیدنی ہا، از رمِ نخچیر ہے پیدا
مگر وہ شوخ ہے طوفاں طرازِ شوقِ خونریزی   کہ در بحرِ کماں بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا
نہیں[1] ہے کف لبِ نازک پہ فرطِ نشۂ مے سے   لطافت ہائے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا
عروجِ نا امیدی چشمِ زخمِ چرخ کیا جانے ؟   بہارِ بے خزاں، از آہِ بے تاثیر ہے پیدا
اسد، جس شوق سے ذرّے تپش فرسا ہوں روزن میں   جراحت ہائے دل سے جوہرِ شمشیر ہے پیدا

سحر گہ باغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا   اڑے رنگِ گل، اور آئینۂ دیوار ہو پیدا
بتاں! زہراب اس شدت سے دو پیکانِ ناوک کو   کہ خطِ سبزہ[2] تا پشتِ لبِ سوفار ہو پیدا
لگے گر سنگ سر پر، یار کے دستِ نگاریں سے   بجائے زخم، گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

۱۔ ” = ے نہیں کف برلبِ نازک، وفورِ نشۂ مے سے
۲۔ ” = یر

○ ۱۸۱۶ء

کروں گر عرضِ سنگینیِ کہسار اپنی بیتابی   رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا
بہ سنگِ شیشہ توڑوں، ساقیا! پیمانہ پیماں   اگر ابرِ سیہ مست از سوئے کہسار ہو پیدا

اسد[1]، مایوس مت ہو، گرچہ رونے میں اثر کم ہے
کہ[2] غالب ہے کہ بعد از زاریِ بسیار ہو پیدا

بس کہ ہے میخانہ ویراں، جوں بیابانِ خراب   عکسِ چشمِ آہوئے رم خوردہ ہے، داغِ شراب
تیرگیِ ظاہری، ہے طبعِ آگہ[3] کا نشاں   غافلاں، عکسِ سوادِ صفحہ ہے، گردِ کتاب
یک نگاہِ صاف، صد آئینۂ تاثیر ہے   ہے رگِ یاقوت، عکسِ خطِ جامِ آفتاب
ہے عرق افشاں مشی سے، ادہمِ مشکینِ یار   وقتِ شب اختر گنئے[4] ہے چشمِ بیدارِ رکاب
ہے[5] شفق، سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی   ہر یک اختر ہے فلک پر قطرۂ اشکِ کباب
بس کہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلوہ ہے   ہے شکستِ رنگِ گل، آئینہ پردازِ نقاب

شب کہ تھا نظارگی[6] روئے بتاں کا، اے اسد
گر گیا بامِ فلک سے صبح، طشتِ ماہتاب

۱۔ نخ = نہ ہو مایوس غالب ....
۲۔ ” = توقع ہے ....
۳۔ ” = موزوں
۴۔ ” = شمر
۵۔ ” = ے ہے شفق از سوزِ دل ہا، آتشِ افروختہ
۶۔ ” = نظارہ گر